محسن احسان کی غزل میں مشرقی روایات کا عکس

(Reflection of Eastern Traditions in Mohsin Ehsan's Ghazal)

ڈاکٹر نزہت رؤف، اُردو ڈیمانسٹریٹر یونیورسٹی کالج فار وومن عبدالولی خان یونیورسٹی مردان
ڈاکٹر محمد طیب، سینئر سبجیکٹ اسپیشلسٹ، ایلیمنٹری اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، خیبر پختونخو
سلمیٰ محبوب لیکچرر شعبہ اردو، ویمن یونیورسٹی مردان

Abstract:

Muhsin Ihsan, having been born into the literary household of Peshawar, benefited from the literary traditions and cultural heritage of the region, including its literary organizations and activities.

This is why his poetry, particularly his Ghazals, vividly reflect the social, communal, and cultural perspectives of the Eastern region.

High moral values and Eastern traditions are prominent features of his Ghazals.

His Ghazals exhibit an optimistic tone, along with national sentiments and emotions, infused with a deep attachment to Eastern values.

In this regard, his thoughts hold immense significance.

Key words: Literally traditional, cultural, eastern values, optimistic tone, national sentiments, eastern region

اردو شاعری اور خیبر پختونخواہ کی ادبی دنیا میں محسن احسان کا ایک نمایاں نام لیے اور بلاشبہ کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ انہوں نے شاعری میں امکانات کے لئے زوایئے تراشے اور اپنے ندرت بیان و منفرد لب و لہجے سے عالمی سطح پر نام و مقام حاصل کیا۔

بیسویں صدی کے آخر میں صوبہ سرحد کے جن نمایاں شعراء نے بین الاقوامی سطح پر شہرت حاصل کی ان میں محسن احسان کا نام بھی شامل ہے۔ پشاور سے تعلق رکھنے والے محسن احسان کو اپنے وطن، علاقے مٹی اور یہاں کی روایات سے محبت تھی ان کی شاعری میں بھی یہی مشرقی رنگ نمایاں ہے۔

محسن احسان کے یہاں جدیدیت اور روایت کے حسین امتزاج سے منفرد خدوخال واضح ہونے ہیں جس سے وہ ہم عصر شعراء میں انفرادی مقام کے حامل ٹھہرتے ہیں۔ مشرقی روایات نے محسن احسان کے فکر وہنر کی جس نہج سے تشکیل کی تھی وہی رنگ ان کی غزل میں بھی واضح طور پر جھلکتا ہے۔

ہم زندہ ہیں ہم زندہ ہیں ہم زندہ رہیں گے
قدررت کا یہ منشاہے کہ پائندہ رہیں گے
سورج کی طرح چمکیں گے تابندہ رہیں گے
مشرق کی روایت کے نمائندہ رہیں گے۔(1)

محسن احسان کی شاعری میں محبت کے ان گنت پہلو ہیں جو روایات واقدار کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔ انہی ان گنت پہلوؤں میں وطن کی محبت کا رنگ بھی نمایاں ہے۔ انسانی سرشت میں وطن کی محبت کا جذبہ شامل ہے۔ محسن احسان نے وطن سے محبت کو روایات کے رنگوں میں جذب کر کے گہرائی کیساتھ پیش کیا ہے۔ روایات اور مٹی سے محبت ایک ہی تصویر کے دورخ ہیں۔ محسن احسان نے اس محبت کو روایات کے حوالوں کیساتھ پیش کیا ہے۔

اے نگارِ وطن اور نیار وطن
تیری مٹی بنے شاہکار وطن
تیرے ماتھے پہ صبحوں کی تنویر ہے
تیری آنکھوں میں کاجل کی تحریر ہے
میرے خوابوں کی تُو زندہ تعبیر ہے۔(2)

مشرقیت سے بھرپور مناظر فطرت کی حُسن خیزی، موسموں کے رنگ اور مشرقی شباب کی دلفریبی و دل آویزی محسن احسان کی شاعری میں رومانیت کے رنگ روایات کی چاشنی کے ساتھ ملکر خوشگوار تاثر پیدا کرتے ہیں۔ خیال کی ندرت وانفرادیت، سادگی وبے ساختگی کیساتھ حسین امتزاج پیش کرتے ہیں۔ مشرقی روایات کی تصویر کشی کرنے ہوئے انہوں لے گویا شاعری کو مصوی میں سمو دیا ہے۔

سانولے رنگ کی ایک موہنی صورت محسنؔ
ڈس گئی اپنے تکلّم کی ادا سے مجھ کو۔(3)

محسن احسان بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ان کی غزل تمام لوازمات سے معمور ہے۔اس کے ساتھ ان کے ہاں داخلیت وخارجیت کا تناسب و توازن بھی نظر آتا ہے۔ فکری و تخلیقی قوتوں کا حسین و متوازن امتزاج ان کا خاصہ ہے۔جو مشرقی اقدار کے رنگوں سے مزیّن ہے۔

کیا پوچھتے ہو یاروکہ مدت سے اک غزال
دل کے اجاڑ دشت میں کھولے ہوئے ہے بال
سادہ سی آنکھ، پھول سے لب، سانولا سا رنگ
قامت میں مجھ سے کم مگر ابررواں کی چال۔(4)

محسن احسان مشرقی سیاسی نظام کی تصویر کشی کرتے ہوئے بھی مشرقی اقدار وروایات کا دامن تھامے رہتے ہیں اور علامتی انداز میں مدعا واضح کرتے ہیں۔جو مشرقی حوالوں سے بھرپور نظر آتا ہے۔

کس کے ہاتھوں پر لہو ہے، کس کے ہاتھوں پر حنا
کھینچ سکتا ہے مرے اس عید کی تصویر کون۔(5)
دستار کے پیچ کھل رہے ہیں
اب دیکھنا ہے مآل کیا ہو۔(6)

محسن احسان کی عالمی ادب سے واقفیت اور ان کی شاعری میں تہذیبی رچاؤ کے بارے میں پروفیسر انصاری، محسن احسان کے شعری مجموعہ "نارسیدہ" کے دیباچے میں یوں رقمطراز ہیں:

"محسن احسان انگریزی کے پروفیسر رہے ہیں عالمی ادب پران کی گہری نگاہ ہے۔ پھر اردو اور فارسی کے کلاسیکی اور جدید مآخذ سے بھی خوب واقف ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعری میں جو تہذیبی رچاؤ پیدا کیا ہے اس کی بہت کم مثالیں دور حاضر میں ملیں گی اس لئے زبان ان

کا کوئی مسئلہ نہیں۔ اس پر انہیں عبور حاصل ہے۔"(7)

حقائق کی عکاسی اور معاشرتی وسیاسی تصویر کشی کیساتھ ساتھ محسن احسان نے غزل کی روایت یعنی رومانیت سے بھی انحراف نہیں کیا بلکہ مشرقی روایات سے بھرپور محبوب اور محبت کی تصویر بھی پیش کی ہے۔ان کا محبوب مافوق الفطرت نہیں بلکہ مشرقی معاشرے سے تعلق رکھنے والا گوشت پوست کا انسان ہے۔جو مشرقی خطوط وزاویوں سے گندھا ہوا ہے۔اور انسانی نفسیات کے عین مطابق ہے۔

اس آنکھ میں ہے عجیب سحر کاریاں مت پوچھ
اگر جُھکے تو حیا ہے، اگر اٹھے تو شراب۔(8)

عارض گل سے کچھ اس طرح سے رنگ آتا ہے
جسے محبوب کے چہرے پہ حیا آتی ہے
بال بکھرائے ہوئے رات کے سناٹے میں
اک پری قاف تصور سے سدا آتی ہے
اس کے رخساروں پہ گلنار شفق پُھولتی ہے
اس کے اشکوں سے ستاروں میں ضیاءآتی ہے
اس کی رفتار میں محسن ہے چھاکوں کا طلسم
پاؤں دھرتی ہے تو چھم چھم کی صداآتی ہے۔(9)

حسن سے متاثر ہوتا اور عشق کرنا انسانی فطرت ونفسیات ہے۔ محبوب اور عشق کا اپنے علاقائی اقدار و روایات سے بھرپور تاثر ہی اثر پذیر ہوتا ہے۔ محسن احسان کے فنی شعور،انسانی نفسیات سے آگاہی اور تغزل نے ان کو ایک اچھوتا پن عطا کیا ہے۔

ان کی انسانی نفسیات سے آگاہی کے بارے میں واصف حسین واصف رسالہ "زاویہ" میں لکھتے ہیں۔

"محسن احسان کی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان ہیں۔ان کی نفسیات پر گہری نظر ہے۔
اور ان کا مطالعہ وسیع ہے"(10)

محسن احسان کی غزل ان کی ذاتی محسوسات و واردات کا بیان ہے۔ وہ ماورائیت و آفاقیت کی طرف نہیں جانے بلکہ اپنے ارد گرد اپنے خطّے اور اپنے ماحول کا رنگ اجاگر کرتے ہیں۔ انہوں نے زندگی کو قریب سے دیکھا اس پر غور کیا اور مشایدے کی تیز قوّت سے سب کچھ اخذ کر کے پیش کیا ہے۔ انہوں نے اپنے ماحول و معاشرے کی عکاسی بڑے احسن طریقے سے کی ہے۔ اور مشرقی اقدار و روایات کی بھرپور تصویر پیش کی ہے۔ جس سے ان کی مشرقی خطّے اور خصوصاً اپنے علاقے خیبر پختونخواہ سے وابستگی کا گہرا اظہار ہوتا ہے۔

خاطر غزنوی، محسن احسان کے شعری مجموعے "ناشندہ" کے فلیب پر لکھتے ہیں۔

> "وہ ایک پڑھا لکھا شخص ہے۔ اس کا مطالعہ انگریزی اور فارسی زبانوں تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ مشرق و مغرب کے تجربات کو سامنے رکھ کر زمانے کے پیچ و خم کو جانچتا ہے۔ وہ ان شاعروں میں سے نہیں جو پٹے ہوئے راستوں پر رواں رہتے ہیں۔"(11)

محسن کی غزل میں ایک مثبت نقطہ نظر ملتا ہے اور یاس و ناامیدی، لذتّ و ہوس یا سکون و جمود کے بجائے صحت مند سرشاری اور زندگی سے بھرپور پُر اُمیدانہ اور رجائیہ انداز فکر ملتا ہے۔ جو مشرقی روایات کی عطا ہے۔ جذبانی معاملات جن سے وہ بیک وقت گزرے ان کے ذاتی اور انفرادی تجربات بھی معلوم ہوتے ہیں اور عمومی اور اجتماعی تہذیبی عمل کا حصّہ بھی۔

وہ سمایا ہے تیری ہر رگ وپے میں محسنؔ
تو بھلانا بھی جو چاہے تو وہ یاد آئیگا۔(12)

ماں نے تعویز بھی باندھا مرے بازو پر مگر
پھر بھی سر سے نہ یہ سودائے محبت اترا۔(13)

محسن احسان کی غزل میں تہذیبی قدروں سے جنم لینے والی ندرت فکر اور انداز بیان ہے۔ اور تہذیبی لحاظ سے گہرائی اور گہرائی بھی بھرپور ہے انھوں نے زندگی اور اس کے حوالوں کو مشرقی سانچوں میں دیکھا۔ ان کی غزل کسی بھی جذبے اور احساس کے بیان میں اپنے محبوب انداز اور جازبیت سے بھرپور ہے۔

زمین اوڑھے گی قوس وقزح کا دو شالا
فلک سے رنگ اگر بارشوں میں آنے لگا۔(14)

محسن احسان کی غزل رجائیہ انداز فکر کیساتھ مشرقی انداز و روایات کا حسین امتزاج ہے۔ زندگی، انسان اور اس کا ارتقاع محسن احسان کا مرکزی نظریہ ہے۔ جو مشرقی تہذیب کی عطا بھی ہے اور ان کی شخصیت کی عکاس بھی ہے۔ ان کے یہاں علامات استعارات میں قومی، سیاسی، معاشرتی و تہذیبی اور عشق کے تصورات کا بھرپور اظہار ہے اور ان کی علامتیں بھی ان کے فن کی طرح طرحدار اور رعنائی سے بھرپور ہیں جو مشرقی تہذیب سے کشید کئے گئے ہیں۔

لہولہان بھی ہے اور تشنہ کام بھی ہے
مری زمین کی خصلت بھی کربلا کی ہے

سفینہ ڈول رہا ہے ہوا بلا کی ہے
خدا ہی جانے جو تدبیر نا خدا کی ہے۔(15)

محسن احسان نے اپنے وطن اور لوگوں کے حالات وواقعات، معاشرتی ظلم و ستم، حکومتی رویئے استحصال اور معاشی ناہمواریاں اجاگر کرتے ہوئے فنی سطح پر خود کو منوایا ہے۔ انہوں نے عصری تقاضوں کی ترجمانی کی ہے اور اپنے خطے کے لوگوں کے دلوں میں موجزن جذبات وخیالات واحساسات کو زبان بخشی ہے۔ وہ حالات وواقعات جو مشرقی خطّے کے عام آدمی کے دل ودماغ میں جوار بھاٹا برپا کئے ہوئے تھے محسن احسان نے گویا اسے قوت گویائی عطا کی ہے۔ تہذیبی رویئے کیساتھ ساتھ محسن احسان کے یہاں روایت کی پاسداری کیساتھ جدید انداز کا ملاپ بھی نظر آتا ہے۔ وہ کہیں بھی روایت سے اختلاف نہیں کرنے مگر جدید لب ولہجے اور انداز سے

بھی گریز نہیں کرتے مشرقی اقدار کے وابستگی اور فنی شعور نے ان کے تغزل میں ایک اچھوتا پن پیدا کر دیا ہے۔ بلاشبہ ان کا جمالیاتی تاثر، ان کے طرز بیان، ان کے لہجے، ان کے انداز اور لے سے نکھرتا ہے۔

ایک طرف ان کی غزلوں میں محبوبیت کا مشرقی رنگ اپنی تمام تر رعنائیوں کیساتھ جھلکتا ہے تو دوسری جانب مشرقی خطّے کا معاشرتی و سیاسی نظام بھی کئی زاویوں سے واضح ہوتا ہے محسن احسان نے سبک خرامی سے ایک منفرد انداز میں ان سیاسی و معاشرتی ناہمواریوں اور ریشہ دوانیوں کا نقشہ کھینچا ہے۔

میں کس دیار سخن پروراں میں ہوں کہ یہاں
جولب کشا ہو اسی کو صلیب کو دیکھوں۔(16)

اپنی روایتوں کو سردار دیکھئے
اڑتی ہوئی ہواؤں میں اقدار دیکھتے۔(17)

امامِ وقت نے اپنی قبا میں ٹانک لئے
گلاب جتنے لگاکر وہ باغبان گیا۔(18)

رئیس شہر کے طرّے میں ٹانک دے محسنؔ
وہ پھول جو تری دستارِ بے کلاہ میں ہے۔(19)

رنگ و خوشبو، سنگ و خشت، انسانی نفسیات کی ترجمانی، محبت، خلوص اور جذباتی فضاء کے ساتھ ساتھ مشرقی رسم و رواج اور قدار کی عکاسی اور معاشرتی و سیاسی سفاکیوں اور بے رحمیوں کا حوالہ ان کی غزل کا موضوع ہے۔ ان کے موضوعات زندگی آمیز بھی ہیں اور حیات آموز بھی۔ ان کی غزل اپنے تمام تر مشرقی حوالوں کے ساتھ جذبات کی تطہیر کرتی ہے۔ اور اپنے مشرقی خطے کی روایات کی ترجمانی بھی کرتی ہے۔

زمانہ بے ہنری کو ہنر سمجھتا ہے
ہے یہ کمال ہنر، دست بے ہنر رکھئے(20)

محروم سماعتوں سے بستی
میں شور مگر مچا رہا ہوں(21)

ہر شاعر کی طرح محسن احسان کی بھی اپنی امیجری ہے لیکن یہ کہنے میں تامل نہیں کہ ان کی محاکات نگاری میں مجموعی اعتبار سے اور تماثیل میں مجموعی اعتبار سے تہذیبی رنگ بھرے ہیں۔اپنے مشرقی مزاج و شخصیت اور مشرقی اقدار سے لگاؤ رکھنے کے باعث ان کی علامتیں اور تمثالیں بھی مشرقی تاثر کی حامل ہیں۔ مشرقی برتاؤ اور مشرقی تہذیبی رویہ جس انداز گفتگو اور طرز اظہار کو جنم دیتا ہے۔ محسن احسان کی غزل ان ہی رنگوں سے مزین ہے۔

"تھوڑی سی روشنی کے وہ آثار کیا ہوئے
رکھے تھے جو دیئے سرِ دیوار کیا ہوئے(22)
"سجا سجا کے رکھا جن کو آئینوں کی طرح
گرے نظر سے تو بکھرے ہیں کر چیوں کی طرح(23)
امیر شہر نے کاغذ کی کشتیاں دے کر
سمندروں کے سفر پر کیا روانہ ہمیں "(24)
"کس غریب اپاہج فقیر کی محسنؔ
کسی امیر نے بیسا کھیاں چرالی ہیں"(25)

محسن احسان کے یہ ہاں مشرقی انداز محبت کے تمام پہلوؤں کے ساتھ ساتھ محبت جیسے ماورائی جذبے میں خرد و تخیل کا موزوں امتزاج بھی ملتا ہے۔ جس میں وہ تہذیب و شائستگی کو بھی ملحوظ رکھتے ہیں۔ایک ایسا شاعر جس کے لہو میں اپنے علاقے کی تہذیب اور اقدار کی خوشبو سرائیت کئے ہوئے ہیں۔اپنے جذبات وااحساسات کو اپنی انہی حوالوں کے ساتھ پیش کرتا ہے۔اور اپنی تہذیب وروایت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ خرد اور تخیل کے حسین امتزاج میں بھی ایک رکھ رکھاؤ اور سلیقہ موجود ہے۔

"ہر ایک سانس تھی جس کے فراق میں تلوار
جو سچ کہوں تو کچھ ایسا ماہ رو بھی نہ تھا"(26)

"وہ مجھ پر ملتفت ہے، مہرباں ہے
مگر یہ صرف اندازہ ہے میرا(27)

محسن احسان مایوسی کے لمحوں میں بھی امید کا دامن تھامے رہتے ہیں۔ان کے یہاں میرؔ کی سی مایوسی اور قنوطیت نہیں ہے۔جو لمحوں کو بے جان کر دے بلکہ ناصر کاظمی کی طرح پر امیدانہ انداز ملتا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرؔ نے مشرقیت کے المیہ پہلو کو نمایاں کیا ہے لیکن محسن احسان نے رجائیہ تہذیبی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ وہ مایوسی اور غم کے حالات میں بھی پر امید رہتے ہیں۔ جو انہیں ایک خوشحال زندگی، ایک پر سکون معاشرے کااور ایک شاداب تہذیب کا خواب دکھاتی ہے۔

یہاں سے ابھرے گا اب آفتاب صبح جمال
یہاں کی شام میں ہوگی پیام دلداری(28)

چراغ مہر کے بجھنے پہ یوں اداس نہ ہو
خبر بھی یہ کہ چمک جگنوؤں کی رات میں ہے(29)

الغرض محسن احسان نے حرف و معنی کے وصال اور اتصال کے زریعے ان محرومیوں، جدائیوں، ناز سائیوں، ہجریوں، فرقتوں کو اپنی شاعری میں پیش کیا ہے جو ان کے مشرقی خطے کے انسانوں کا مقدر بنے رہے۔ لیکن انہوں نے سماجی حوالوں کو اس طرح پیش نہیں کیا جس طرح حقیقت نگار یا ترقی پسند شاعروں نے کیا بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ انہوں نے غم دوراں کو بھی غمِ جاناں کے رنگ میں مشرقی حوالوں کیساتھ پیش کر کے اپنی محبتوں اور عقیدوں کا اظہار بھی کیا اور اپنا طرزِ احساس بھی اجتماعی طرزِ احساس میں سمو کر پیش کیا۔

محسن احسان نے انسان کی قلبی کیفیات، جذبات، سیاسیات اور لطیف احساسات غرض کوئی بھی موضوع گرفت میں لیا اسے تہذیب و شائستگی سے سینہ قرطاس پر سجاتے ہوئے مشرقی حوالے و پس منظر اپنائے جو ان کی

اپنے مشرقی خطے سے محبت وعقیدت کی واضح دلیل ہے۔ان کی غزل میں مشرقی ماحول کے تلازمے اپنی واضح پہچان کیساتھ نظر آتے ہیں۔

محسن احسان کے ہاں جذبات واحساسات کا ابھرتا ہوا تاثر اور لہجے کی بلند اہنگی بھی ملتی ہے۔ان کی غزل انفرادی سطح سے اجتماعی حوالوں کی طرف مشرقی حوالوں کے ساھ بڑھتی ہے۔

محسن احسان کی شاعری صرف اپنی ذات کی شاعری نہیں ہے۔بلکہ اس میں معاشرے کی اجتماعی حوالے زیادہ نظر آتے ہیں،۔ایسے حوالے جو مشرقیت اور مشرقی اقدارت کا دامن تھامے نئ منزلوں کی جانب گامزن ہوتے نظر آتے ہیں۔

ان کے ہر شعر ایک نیا رنگ اور نیا انداز ہے۔انہوں نے کے روایت کو نہ تو مکمل ترک کیا اور نہ اندھا دھند روایت کی تقلید کی غزل میں انہوں ن ے خاص طور پر غزل کی روایت کو بھی قائم رکھا۔اور نئے انداز سے استفادہ کرنے میں بھی عار محسوس نہیں کیا۔اس طرح محسن احسان کی غزل کو روایت اور جدت کا حسین امتزاج کہہ سکتے ہیں۔جو مشرقیت کے تمام حوالوں کے ساتھ سامنے آتی ہے۔

حوالہ جات

1. مٹی کی مہکار،القلم،اسلام آباد،1996ء،ص،14
2. ایضاً،ص26
3. ناتمام،دچاپ زے،کوہاٹ،پشاور،بار سوم1993ء،ص28
4. نا گزیر،بزم علم وفن،اسلام آباد،بار ددوم،1997ء،ص37
5. ایضاًص32
6. ایضاًص51
7. پروفیسر سحر انصاری،بشمولہ نا(سیدہ بزم وص اسلام آباد،نومبر 1997،ص3
8. نا گزیر،بزم علم وفن،اسلام آباد،بار ددوم،1997ء،ص123
9. واصف حسین واصف،مشمولہ وسالہ زاویہ سہ ماہی امریکہ،زاویہ پبلی کیشنز فیصل آباد دسمبر 2010،ص105
10. دسمبر 2010ءص105
11. خاطر غزنوی،مشمولہ ناشنیدہ،شرکت پرنٹنگ پریس لاہور،جولائی1993ء
12. ناتمام،دچاپ زے،کوہاٹ،پشاور،بار سوم1993ءص42

13. ناگزیر، بزم علم وفن، اسلام آباد، بار دوم، 1997ء، ص70
14. ناتمام، دچاپ زے، کوہاٹ، پشاور، بار سوم 1993ء، ص136
15. ناگزیر، بزم علم وفن، اسلام آباد، بار دوم، 1997ء، ص14
16. ناتمام، دچاپ زے، کوہاٹ، پشاور، بار سوم 1993ء، ص25
17. ایضاً، ص113
18. ایضاًص136
19. ایضاً، ص143
20. ناگزیر، بزم علم وفن، اسلام آباد، بار دوم، 1997ء، ص16
21. ایضاًص68
22. ناتمام، دچاپ زے، کوہاٹ، پشاور، بار سوم 1993ء، ص22
23. ایضاً، ص، 40
24. ایضاًص82
25. نارسیدہ، سنڈیکیٹ آف رائٹر پاکستان، ص176
26. ناتمام، دچاپ زے، کوہاٹ، پشاور، بار سوم 1993ء، ص32
27. ناگزیر، بزم علم وفن، اسلام آباد، بار دوم، 1997ء، ص211
28. مٹی کی مہکار، القلم، اسلام آباد، 1996ء، ص28
29. ناتمام، دچاپ زے، کوہاٹ، پشاور، بار سوم 1993ء، ص47